معلوم کب تک اسی طرح بڑھتی رہیگی۔

حشر کے دن عند اللہ اس بندہ کا اللہ کی خاص عنایات و نوازشات سے جو مرتبہ ہوگا وہ تو ہوہی گا اس سے قطع نظر کرکے ذرا صرف اس مرتبہ کا تصور کیجئے جو محض اس بلندی ذکر کے لحاظ سے اس روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ فوج کی فوج انبوہ در انبوہ ادہر سے ملوک و سلاطین چلے آرہے ہیں۔ اُدہر سے بڑے بڑے نامور جنرل اور سپہ سالار ایک طرف سے محدثین کرام جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور دوسری طرف سے مفسرین عظام۔ اہل فقہ۔ اہل اصول۔ اہل کلام۔ اہل تصوف اہل لغت۔ اہل سیر۔ اہل رجال۔ اہل نحو۔ اہل صرف۔ اہل معانی۔ اہل بیان۔ اہل فلسفہ۔ اہل منطق۔ اہل اخلاق جس فن کو بھی لیجئے اس کے ائمہ و ماہرین ادب سے آنکھیں نیچی کئے ہاتھ باندھے ہوئے خادمانہ انداز سے گرد و پیش حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی انعام کی پوری وسعت کا تصور کس کے بس کی بات ہے؟ (ماخوذ)

ہجرت نبوی کی عظمت اور اسکے اہم نتائج

(مترجمہ مولوی محمد امین صاحب مبارکپوری حال وارد مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آنحضورؐ کی عمر کے چالیسویں برس میں جو جملہ انبیا کی بعثت و ظہور کا وقت ہے، خلاق عالم نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تاج نبوت سے مشرف فرما کر تمام روئے زمین کے لئے بشیر و نذیر بنا کو بھیجا، تاکہ آپ راہ ہدایت کیلئے ایک منور چراغ، عالم کے لئے رحمت۔ اور مکارم اخلاق کی ایک جیتی جاگتی تصویر بنکر دنیا کو اپنے رنگ میں رنگدیں۔ چنانچہ آپ پر جو کلام اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ تمام لوگوں کی ہدایت و رہبری کیلئے بہترین اور بے نظیر کلام ہے اس میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کو جہالت و شقاوت، فساد و ظلم کی تاریکیوں سے نکالکر یقین و علم، عدل و اصلاح کی روشنی میں لاکھڑا کرنیوالا ہے۔ چنانچہ آپ منصب نبوت سے سرفراز ہونیکے بعد کامل تیرہ برس مکہ میں رہ کر شرک و اصنام پرستی کو مٹاتے اور توحید الٰہی کو جماتے رہے۔ افکار انسان کو اوہام و خرافات کی قیدوں سے نجات دلاکر حریت کا علم بردار بنانے۔ رئیسوں کے ظلم و استبداد اور پادری و رہبان کی ناجائز حکمرانی سے آزاد کرکے دین اور علم کا ماہر بنانے میں کوشاں رہے۔ الغرض جہل و نادانی کی مصیبتوں اور تاریکیوں کے عین شباب کے وقت حضور دین اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف و مشغول تھے۔

ابتداءً فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم تین برس تک توحید پرستی کی در پردہ تبلیغ کرتے رہے، اور اپنی قوم کی استعداد کا اندازہ کرتے ہوئے حاشیہ قلوب سے آباو اجداد کی موروثہ تقلید اور عقائد باطلہ کی گرہ کشائی کررہے تھے۔ اور آپکی دعوت سے جو قریش اثر ہو رہا تھا اس کا بھی اندازہ فرمارہے تھے، اور یہی ایک حکیم و دانا کی شان بھی ہے کہ وہ ہر معاملہ پر غور و خوض کرتے ہوئے ضرر رساں چیز سے احتراز و احتیاط برتے اور خطرہ کے قبل ہی پوشیدہ طریقہ سے مقابلہ کیلئے اپنے پائے ثبات کو مستحکم او مستقل کرے۔ اور مصلحت وقت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ مختلف اجتماعی قوتوں کا ہمہ وقت موازنہ کیا جائے اور

پاس اتنا پادر ہو کہ بوقت ضرورت حملہ بھی بآسانی کیا جاسکے اور مخالف کے اچانک حملہ سے محفوظ بھی رہ سکیں۔ اسلئے کہ جس چیز سے عام لوگ مالوف و مانوس ہوگئے ہوں۔ اس کی مخالفت ایک دشوار امر ہے، یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار اصحاب کی ایذا دہی میں قریش نے مختلف اقسام کی ستم خیزیاں روا رکھی تھیں جن کو سنکر ہر دردمند متنفس لرزہ بر اندام ہوجاتا ہے۔ اور آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے کہ جس سے انسانیت پناہ مانگتی ہے اور ان ہولناک مصیبتوں کا تصور ہی کرتے دل بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن مستحق مبارکباد ہیں وہ مومنین جنھوں نے ان کا مقابلہ نہایت جوانمردی، ثبات قدمی اور صبر وسکون سے کیا اور جسوقت فاطر السموات نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ یعنی (جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو آپ کر گذریئے) کا حکم نازل فرمایا تو محبوب خدا بلا خوف و ہراس کھلم کھلا تبلیغ کرنے لگے۔ اور اس کی ابتدا ہوتے ہی قریش اور زیادہ برانگیختہ ہوگئے اور حضور صلعم اور آپ کے اصحاب کی ایذا دہی میں اور زیادہ سختی کرنے لگے لیکن آپ باوجود راحت و آرام کے عنقا ہونے کے پہلے سے بھی زیادہ فریضہ تبلیغ کی انجام دہی میں سرگرم نظر آنے لگے تو سرداران قریش نے اس چیز کی لالچ دلائی جس کو دیکھکر ہر کس و ناکس اس پر لٹو اور فریفتہ ہوجاتا ہے یعنی حضورؐ کی تبلیغی سرگرمی کو قریش کے ذی اثر اصحاب نے دیکھکر حضورؐ کے سامنے یہ بات پیش کی کہ اگر آپ سلطنت چاہیں یا جاہ و جلال تو ہمیں منظور ہے لیکن حضورؐ نے بالکل بے باک ہوکر ان کی اس خواہش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا سنو! جو شخص دعوت الی اللہ کے لئے خالق عالم کی طرف سے مامور ہوتا ہے وہ ایسی حرص و طمع میں پھنسکر اپنے اصلی مقصد سے باز نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تو لوگوں کیلئے ہادی اور اپنے مولا کا پیغام ہر ہر فرد تک پہنچانے کیلئے بے چین اور پریشان رہتا ہے۔

جس وقت وہ لوگ عاجز ہوگئے تو آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور حضورؐ کی ناجائز شکایتیں کیں اور اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے روکدیں، یا وہ پیغمبرؐ کو ان کے سپرد کردیں۔ لیکن ابو طالب نے ان کے اس مطالبہ کو کچھ اہمیت نہ دی پھر دوبارہ ابو طالب کے پاس ڈیپوٹیشن آیا اور دھمکا کر کہنے لگا کہ اب آپ کے بھتیجے کی تبلیغ ہرگز قابل برداشت نہیں، ہماری عقلوں کو وہ ناکارہ اور ہمارے اصنام کی عیب جوئی کرتے ہوئے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ آپ ان کو اس سے باز آجانے کا حکم فرما دیجئے۔ ورنہ ہم لوگ آپ دونوں کے ساتھ نہایت برا سلوک کرینگے۔ اس دھمکی اور اشتعال انگیز کلام کے سننے کے بعد ابو طالب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا اور کہا اے میرے بھتیجے! تم اپنے نفس پر اور مجھ پر ترس کھاؤ اور مجھ پر وہ بوجھ نہ لادو جس کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو جو جواب دیا ہے وہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ شجاعت اور ثبات قدمی کے قالب میں ڈھلا ہوا ہے۔ فرمایا وَاللهِ یَا عَمِّ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِی یَمِیْنِیْ وَالْقَمَرَ فِیْ شِمَالِیْ عَلٰی اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ اُهْلِكَ فِیْمَا تَرَكْتُهُ (یعنی خدا کی قسم اے چچا قریش میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لاکر رکھدیں اور یہ کہیں کہ میں اپنے فرض کو چھوڑدوں تو غیر ممکن ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دیگا یا میں ہلاک کردیا جاؤں گا)

حضورؐ کا یہ جواب ثبات قدمی کا عظیم الشان مظاہرہ ہے اور آپ کے عقیدہ کی حسین و جمیل تصویر ہے۔ قریب تھا کہ آب وہوا میں ایک ہیجان بپا ہوجائے یہانتک کہ ابوطالب آپ کے اس شجاعانہ جواب پر بول اٹھے کہ جو کچھ چاہیں آپ کریں میں

حتی الامکان قریش کو منع کرونگا کہ آپ اور آپ کے اصحاب پر کسی قسم کا ظلم وستم روا نہ رکھیں۔ لیکن جب قریش جور وستم میں حد سے تجاوز کرگئے تو پیغمبر نے اپنے اصحاب کو یہ حکم فرمایا کہ وہ لوگ ملک حبش کی طرف ہجرت کرجائیں اسلئے کہ شاہ نجاشی پیکر عدل وشرافت تھا۔ قریش نے مسلمانوں کا وہاں بھی پیچھا کیا۔ اور بادشاہ حبش کے دربار میں تحفے وغیرہ پیش کرکے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کی سازش کی، لیکن شاہ حبش نے قریشی ڈیپوٹیشن کو نامراد واپس کردیا۔ اور پھر خود بھی مشرف باسلام ہوا اور موت بھی اسلام ہی پر ہوئی جس کی نماز جنازہ غائبانہ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

اس ہجرت اول کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مع آپ کے چچا ابوطالب اور ان کی اہل وعیال کے مکہ کی ایک گھاٹی میں محصور کردیا، اور ان دونوں سے کامل تین سال تک شادی بیاہ، خرید وفرخت وغیرہ یکلخت بند کردیا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ درختوں کے پتے کھا کھاکر زندگی کے دن گذارنے لگے۔ تیسرے سال کے آخری ایام میں آپ کی غمگسار بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور آپ کے ہمدرد چچا ابوطالب ایک ہی ماہ کے اندر اندر انتقال کرگئے۔ اب وہاں تن تنہا رہنا آپ کو بار معلوم ہوا تو طائف کی جانب ہجرت فرماگئے۔ جب آپ طائف پہنچے تو آپ نے اہل طائف کو اسلام میں داخل ہونے کی اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی دعوت دی اس دعوت کو ان لوگوں نے نہایت بری طرح رد کردیا اور داخل اسلام ہونے سے بیزاری ظاہر کی، بلکہ غلاموں اور لڑکوں کو ورغلاکر آپ کے پیچھے لگادیا جو آپ کو پتھر مارتے تھے۔ یہانتک کہ آپ کے دونوں قدم شریف خون آلود ہوگئے۔ اور جب تکان اور ماندگی سے بالکل عاجز ہوگئے تو ایک سایہ دار درخت میں پناہ لی۔ اور وہاں استراحت فرمایا پھر قاضی الحاجات کی درگاہ میں جو دعا کی ہے وطبعی آواز سے زیادہ رقیق، اور نغمات موسیقی سے زیادہ لطیف اور پاکیزہ ہے، نہایت ہی موثر اور رقت انگیز ہے، اور اس رنج وصدمہ کے وقت بھی خدا کی عظمت ومحبت سے بھرپور ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ۔ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ، اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ، اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ؟ اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ، وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ، اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔

(یعنی الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں۔ اور دنیا ودین کے کام اس سے ٹھیک ہوجاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔ یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے"

طائف کے واقعہ ہائلہ کے بعد پروردگار نے نبی صلی اللہ علیہ پر وحی فرمائی کہ وہ عربی قبائل میں بغرض تبلیغ تشریف

لیجائیں۔ اور ان کی مجلسوں اور میلوں میں حاضر ہو کر توحید کی دعوت دیں خصوصاً حج کے زمانہ میں اللہ کے کلمہ کا عام طور سے پرچار کریں تاکہ کچھ ایسے انصار و مددگار پیدا ہو جائیں جن کے ذریعے سے آپ صنم پرستی اور جہالت کے سنگین قلعوں کو باسانی منہدم کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقعوں پر تبلیغ شروع کی تو مدینہ کے چھ آدمیوں نے پہلے ہی سال آپ کی دعوت کو لبیک کہا۔ اور دوسرے سال بارہ آدمیوں نے، اور ایسے ہی تیسرے سال ستر آدمی اور دو عورتوں نے خالص توحید اور اتباع دین محمدی کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جب پیغمبر علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ مدینہ میں آپ کے کچھ ایسے انصار و مددگار ہیں جو آپ اور آپ کے اصحاب پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کر رہے ہیں تو بقیہ اصحاب کو بھی حکم دیدیا کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ جس وقت اہل مدینہ کے ساتھ اس بیعت اور عہد و پیمان کے نتائج کو قریشیوں نے محسوس کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت" دار الندوہ" میں ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی اور بحث و تمحیص کے بعد باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ ہر ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان منتخب کئے جائیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک تلوار دیدیجائے پھر جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائیں تو یہ سب ملکر ان پر دفعۃً حملہ کر دیں تاکہ محمدؐ کا خون ہر ہر قبیلے پر عائد ہو جائے۔ ایسی صورت میں بنو عبد مناف تمام عربی قبائل سے بدلہ نہ لے سکیں گے۔ مجبوراً ان کو دیت پر راضی ہونا پڑے گا۔ اس ناپاک تجویز کی رپورٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دی اور آپ کو حکم ہوا کہ اس رات میں جو اس ہولناک جرم کیلئے معین کی گئی ہے مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ آپ نے اس واقعہ کی خبر سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہ دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ارادہ کو سنکر رفاقت کی درخواست کی چنانچہ صدیق اکبر کی اس درخواست کو آپ نے منظور فرمایا۔ منظوری پاکر ابوبکرؓ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرط مسرت سے رو پڑے۔ دو سواری اور کچھ زاد راہ لائے۔ اور ایک ماہر رہنما اجرت پر مقرر کیا کہ وہ تین دن کے بعد غار ثور پر ان لوگوں سے ملے۔ کوچ کی شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوابگاہ پر علی ابن ابیطالبؓ کو اپنی چادر اڑھا کر سلا دیا اور تقریباً نصف رات میں سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے ہوئے گھر سے نکل پڑے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ یعنی ہم (اللہ) نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے دیوار کھڑی کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا پس وہ نہیں دیکھتے ہیں" چنانچہ آپ بحفاظت و باطمینان نکل گئے کسی کو بھی آپ کے جانے کا علم نہ ہوا۔ پھر آپ اور ابوبکرؓ غار ثور میں جاکر چھپ گئے۔ جب صبح نمودار ہوئی کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اور بجائے آپ کے آپ کی خوابگاہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھکر تمام کے تمام حیران و ششدر رہ گئے۔ سرداران و محافظین قریش نے ان کی تلاش میں لوگوں کو پھیلا دیا کہ جلد از جلد دونوں گرفتار کر لئے جائیں اور گرفتار کرنے والے کے لئے خواہ زندہ قید کر لائے یا قتل کرکے۔ سو اونٹ انعام مقرر کر دیئے چنانچہ تلاش کرنیوالے غار ثور کے منہ تک پہنچے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے قدموں کی چاپ سنکر خوفزدہ ہو گئے کہ مبادا اگر کسی نے بھی اس غار میں نظر کی تو فوراً دیکھ لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ یعنی اے ابوبکرؓ گھبراؤ نہیں ہمارے ساتھ پروردگار موجود ہے اور اسی واقعہ کی جانب قرآن نے بھی ان آیات میں اشارہ کیا ہے ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ

عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (یعنی جو دونوں غار میں تھے ان کے دوسرے (نبی) نے اپنے ساتھی (ابوبکر) سے کہا گھبراؤ مت، اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون اتارا اور ان کی ایسے لشکر سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا ۔"

جب تک غار میں رہے ان دونوں حضرات کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ رات میں آیا جایا کرتے تھے ۔ تین روز کے بعد جب قریش مایوس ہوکر بیٹھ گئے تو وہی مقرر شدہ رہبر دو سواریوں کو لیکر غار پہنچا اور ان دونوں کو نکالکر لوگوں کی نظروں سے بچاتا ہوا قبا میں پہنچا دیا آپ نے وہاں چند روز تک قیام فرمایا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس کو خود اللہ نے فرمایا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى - اس کے بعد قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں چند دن ٹھیر کر عازم مدینہ ہوئے۔ آپ قبیلہ بنی سالم میں جمعہ کے روز پہنچے ۔ جمعہ ادا کرنے کے بعد مدینہ پہنچے وہاں آپ نے مع اپنے اصحاب کے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو آجکل مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے اتمام مسجد کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین سلسلۂ مواخاۃ قائم کیا تاکہ یہ مواخاۃ جہاد کے لئے شرک اور بت پرستی کے محو کرنے میں ایک پائدار حربہ بنے ۔ یہی مواخاۃ ہی کا نتیجہ تھا کہ قلیل مدت میں بہت سے شہروں کو فتح کرلیا گیا ۔ جنکو رومی مدتوں کی جدوجہد کے باوجود بھی فتح نہ کرسکے تھے ۔ اسی مواخاۃ ہی کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی سطوت وقوت مشرق سے مغرب تک پھیل گئی ۔ اور لوگ کثیر تعداد میں جوق در جوق آ آ کر جو عرصہ دراز سے کمینہ عادات، خرافات، اوہام کی شاہی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اسے توڑ کر اس اسلام میں جو مساوات، رفق، تسامح، حسن معاملہ، حریت وغیرہ، کمالات ومحاسن کا جامع اور علمبردار ہے داخل ہونے لگے ۔ الغرض اسلام کی حریت اور اس کے ظہور وقوت کا باعث، حق کو باطل سے جدا کرنیوالی ۔ جہالت کو مٹانے والی علم کو پھیلانے والی چیز ہجرت نبویہ ہی ثابت ہوئی ۔

اب ہم آپ کے سامنے مختصر اور مجملاً ان عبرت انگیز ونصیحت آموز امور کو پیش کرتے ہیں جو واقعہ ہجرت سے مستنبط ہوتے ہیں

(۱) سچائی اور حق کے مبلغ اور معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظلم وستم سہنے کا عادی ہو ساے ایک ایسے ماہر اور تجربہ کار کسان کی طرح ہونا چاہیے جو تبلیغ کیلئے بہتر اور اچھی زمین پسند کرے تاکہ ہدایت وصداقت کی تخم ریزی ضائع نہ ہونے پائے ۔

(۲) ابتداءً ثابت قدمی، پھر تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر، غصے کے وقت تحمل وبرداشت ۔ عمل میں اخلاص، سچی جدوجہد، یہی وہ چیزیں ہیں جو فتح وظفر کی ضامن اور فلاح ونجاح کی بنیاد ہیں ۔

(۳) اولاً فکر سلیم اور تدبر بالغ ہو، اور پھر بلند ہمتی کے ساتھ عملی جدوجہد ہو ۔

(۴) سفر کے لئے زادراہ لینا اور اعلان حق کے لئے جہاد کرنا واجب ومشروع ہے اور یہ توکل علی اللہ کے منافی نہیں ۔

(۵) دین وملت، وطن وقوم سے زیادہ عزیز ہے اور اگر اصلاح ورشد کی کوئی صورت نہ ہوسکے تو ایسے فتنہ کے وقت انھیں چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہیے ۔

(۶) حق کی حمایت ونصرت اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا ہر شخص کا شیوہ ہونا چاہیے ۔ اسلئے کہ جو شخص حق کو پہچان لیگا اسکے لئے ممکن نہیں کہ وہ اسے کمزور دیکھنا گوارا کرے ۔ خواہ اس میں اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے ۔ اس لئے کہ راہ حق میں فنا ہو جانا ہی بقا اور عین حیات ہے ۔ باطل کو اسی وقت تک فروغ ہے جب تک اہل حق اس سے غافل ہیں ۔ ورنہ